تطلیقِ ثلاثہ

قاری عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ ادارہ "منہاج" کے تعاقب کے جواب میں

سہ ماہی مجلّہ "منہاج" اشاعت اپریل ۱۹۸۷ء میں میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں میں نے پرویز صاحب اور جعفر شاہ صاحب پھلواروی کے اس اعتراض کا جواب پیش کیا تھا کہ:
"خلفائے راشدین بالعموم اور حضرت عمر فاروق رضؓ بالخصوص اپنے دَور کے تقاضوں کے مطابق سنّتِ رسول اللہ ﷺ میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں" —— پھر ان حضرات نے نتیجہ یہ پیش فرمایا تھا کہ:

> "اگر خلفائے راشدینؓ اپنے دَور کے تقاضوں کے مطابق پچیس تیس سنّت ہائے رسولؐ میں تبدیلیاں کر سکتے ہیں تو آخر ہم اپنے دَور کے تقاضوں کے مطابق ایسی تبدیلیاں کیوں نہیں کر سکتے؟"

اسی ضمن میں ایک مشہور مسئلہ "تطلیقِ ثلاثہ" بھی زیرِ بحث آیا، جسے میں نے اپنے مضمون کے آخر میں درج کیا تھا، اور بتلایا تھا کہ لے دے کے یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں آپؓ کا فیصلہ کتاب و سنت کی منشاء کے خلاف تھا۔ اب ادارہ "منہاج" نے غالباً مسلکاً حنفی ہونے کی وجہ سے میرے مضمون کو جوں کا توں شائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور قاری عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ نے میرے دو صفحات کے اس آرٹیکل پر چودہ صفحات کے حواشی چڑھا کر اپنی طرف سے اسے بھرپور تردید کے ساتھ شائع فرما دیا۔ حالانکہ اگر ادارہ مذکور وسعتِ نظر سے کام لیتے ہوئے ان حواشی کے بغیر بھی اسے چھاپ دیتا تو بھی اس پر کچھ الزام نہ آ سکتا تھا، کیونکہ کوئی بھی ادارہ یہ الفاظ لکھنے کے بعد کہ "ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری

نہیں،، جواب دہی کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ جواب دینا ہی ضروری تھا، تو یہ جواب الگ سے شائع کر دیتا۔ بہر حال اب میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں جواب الجواب لکھوں ـــــ اور اس لحاظ سے میں قاری صاحب کا ممنون بھی ہوں کہ ان کے ان حواشی کی وجہ سے مجھے دوبارہ اس مسئلہ کے مطالعہ کا موقع فراہم ہو گیا۔

قاری صاحب موصوف کے حواشی کا ماحصل میرے خیال میں مندرجہ ذیل چار باتوں پر مشتمل ہے:

۱۔ حضرت عمرؓ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کا بطورِ تین، ہی نافذ کر دینے کا فیصلہ سیاسی نہیں، بلکہ شرعی بنیادوں پر تھا۔
۲۔ یہ مسئلہ ایک آیت اور دو احادیث سے ثابت ہے۔
۳۔ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بعد امت کا اس پر اجماع ہو گیا تھا۔
۴۔ اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ کی ندامت والا قصہ بھی من گھڑت ہے۔

اعتذار:

ان باتوں کا جواب دینے سے پیشتر میں اپنی ایک غلطی (مسامحت) کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں، جس کی بناء پر میری عبارت میں سے صرف دو الفاظ کے چھوٹ جانے سے مفہوم میں نمایاں فرق پڑ گیا۔ شائع شدہ عبارت یوں ہے: "تاہم ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں کچھ باک نہیں ہے کہ آپ (حضرت عمرؓ) کا یہ فیصلہ کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کے خلاف تھا" جب کہ میرے رف مسودہ میں اس فقرہ کے آخری الفاظ یوں تھے: "کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کی منشا کے خلاف تھا" جب دوسری بار مسودہ صاف کر کے لکھا تو "کی منشا" کے الفاظ درج ہونے سے رہ گئے، جس سے مطلب کچھ کا کچھ بن گیا۔ شائع شدہ فقرہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نعوذ باللہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی فیصلہ فرما سکتے تھے۔ جب کہ "کی منشا" کے الفاظ شامل کرنے کے بعد یہ مفہوم بنتا ہے کہ آپؓ کا یہ فیصلہ اجتہادی تھا، جس میں غلطی کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

یہ تو خیر جو ہوا سو ہوا، لیکن قاری صاحب موصوف نے اس "مخالفت" کی نسبت حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی بجائے براہِ راست حضرت عمرؓ کی ذات کی طرف کر کے مجھے آڑے ہاتھوں لیا کہ:

"گیلانی صاحب! حضرت عمرؓ پر برس پڑے اور بیک جنبشِ قلم انہیں مخالفِ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ بھی قرار دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا۔"
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ـــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کی بھول چوک، لغزشوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے۔ آمین!

اس اعتذار کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں:

۱۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ سیاسی تھا یا شرعی؟

اس ضمن میں قاری صاحب موصوف نے جناب مولانا ابراہیم صاحب میرؒ سیالکوٹی کا ایک اقتباس درج فرمایا ہے، جس میں مولانا ابراہیم صاحبؒ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا بیک مجلس تین طلاق کو تین طلاق کے وقوع کے طور پر نافذ کرنے کا فیصلہ سیاسی نوعیت کا نہیں، بلکہ شرعی بنیادوں پر تھا۔ اتمامِ حجت کے طور پر قاری صاحب موصوف نے یہ وضاحت بھی فرما دی کہ مولانا ابراہیم صاحب موصوف غیر مقلد ہیں۔

اس اقتباس کے جواب میں اگر ہم کسی حنفی مقلد عالم کا ایسا ہی اقتباس پیش کر دیں، جس میں یہ وضاحت موجود ہو کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ شرعی نہیں بلکہ سیاسی اور تعزیری قسم کا تھا، تو بات ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس ضمن میں پیر کرم شاہ صاحب ازہری (جو مسلکاً بریلوی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اسلامی نظریاتی کونسل کے علاوہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کے بھی رکن ہیں ـــ مزید برآں ماہنامہ "ضیائے حرم" کے مدیر بھی ہیں) کا اقتباس ذیل پیشِ خدمت ہے:

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر پیر کرم شاہ صاحب کا تبصرہ:

آپ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:
"لیکن ایک خلجان ابھی تک موجود ہے، جس کا ازالہ از حد اہم ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب طلاقِ ثلاث ایک طلاق شمار کی جاتی تھی تو الناطق بالصدق و الصواب، الفارق بین الحق و الباطل، حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس حکم کیوں دیا؟ ـــ تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ لوگ طلاقِ ثلاث کی حرمت کو جاننے

ہوئے اب اس کے عادی ہوتے چلے جارہے ہیں تو آپؓ کی سیاستِ حکیمانہ نے ان کو اس امرِ حرام سے باز رکھنے کے لیے بطورِ سزا حرمت کا حکم صادر فرمایا۔ اور خلیفہ وقت کو اجازت ہے کہ جس وقت وہ یہ دیکھے کہ لوگ اللہ کی دی ہوئی سہولتوں اور رخصتوں کی قدر نہیں کر رہے اور ان سے استفادہ کرنے سے رک گئے ہیں، تو بطورِ تعزیر انھیں ان رخصتوں اور سہولتوں سے محروم کر دے تاکہ وہ اس سے باز آجائیں ...... حضرت امیرالمؤمنین نے یہ حکم نافذ کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"فَلَوْ أَنَّا أَمْضَيْنَا عَلَيْهِمْ" (کاش! ہم اس کو ان پر نافذ کر دیں)۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آپؓ کی رائے تھی اور امت کو فعلِ حرام سے باز رکھنے کے لیے یہ تعزیری قدم اٹھایا گیا تھا۔ اس تعزیری حکم کو صحابہ کرامؓ نے پسند فرمایا اور اس کے مطابق فتوے دیئے۔"

(مقالاتِ علمیہ ص ۲۴۱، ۲۴۲)

جناب پیر کرم شاہ صاحب ازہری کے اقتباس سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں :

۱۔ دورِ فاروقی سے پہلے دورِ نبویؐ اور دورِ صدیقی میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جو فیصلہ کیا تھا، وہ دورِ نبویؐ اور صدیقی کے تعامل کے برعکس تھا۔

۳۔ آپؓ کا یہ فیصلہ آپؓ کی سیاستِ حکیمانہ کا نتیجہ تھا اور آپؓ نے یہ فیصلہ بطورِ سزا صادر فرمایا تھا۔

۴۔ اس کے بعد ہی صحابہؓ نے بھی ایسے تعزیری فتوے دینا شروع کر دیئے تھے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو سیاسی قرار دینے والے دیگر حضرات :

مناسب معلوم ہوتا ہے، یہاں ہم جناب ازہری صاحب کے علاوہ بھی چند بزرگانِ دین کی تحریریں اس سلسلہ میں نقل کر دیں، جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں :

۱۔ ہمارے خیال میں سب سے پہلے بزرگ تو خود حضرت عمرؓ فاروق ہیں، جنھوں نے یہ حکم نافذ کرتے وقت یہ واضح فرما دیا تھا کہ یہ ان کا اپنا حکم ہے۔ آپؓ نے یہ حکم جاری کرتے

وقت ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یا حدیث ہے۔ نہ ہی کسی قرآنی آیت سے آپؓ نے استدلال فرمایا، جیسا کہ آپؓ نے عراق کی زمینوں کو قومی تحویل میں لیتے وقت استدلال فرمایا تھا۔ اب بتلایئے کہ ہم اسے آپؓ کا سیاسی اور تعزیری حکم نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں؟

آپؓ کی اپنی شہادت کے بعد کسی دوسرے کی ضرورت تو نہیں رہ جاتی تاہم چند نام اور بھی پیشِ خدمت ہیں:

۲۔ مشہور حنفی امام طحطاویؒ اپنی تصنیف درِّمختار ج ۲ ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں:

"وَانّہٗ کان فی الصدر الاوّل اذا ارسل ثلاثۃ جملۃ لم یُحکم الا بوقوع واحدۃ الیٰ زمن عمر ثمّ حکم بوقوع الثلاثۃ سیاستاً لکثرتہ بین الناس۔"

"پہلے زمانہ میں تا خلافتِ عمرؓ جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی قرار دی جاتی، پھر جب لوگ بکثرت ایسا کرنے لگے تو آپؓ نے سیاستاً تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کا حکم نافذ کر دیا۔" (بحوالہ مقالاتِ علمیہ ص ۲۳۲)

۳۔ اور امام ابنِ قیمؒ تو آپؓ کے اس حکم کو درّۂ فاروقی سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپؒ "اعلام الموقعین" میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) "جب لوگوں نے بے خوف ہو کر بکثرت اسے (یعنی ایک مجلس میں تین طلاق دینا) شروع کر دیا تو آپؓ نے بحیثیتِ قانون یہ حکم فرمایا کہ میں آئندہ تین طلاقوں کو تین ہی شمار کروں گا۔ یہ صرف اس لیے تھا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے باز آجائیں۔ ورنہ پھر تین سال تک یہ حکم شرعی کیوں جاری نہ کیا؟ پس یہ حکم شرعی نہیں، بلکہ قانونی حیثیت رکھتا ہے کہ لوگ ڈر جائیں۔ . . . یہ فتویٰ گویا ایک درّہ فاروقی تھا جو ایسے لوگوں کی سزا کے لیے تھا، نہ کہ حضرت عمرؓ نے کسی شرعی حکم کو بدل دیا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔"

(اعلام الموقعین اردو، ص ۴۳)

امام ابنِ قیمؒ کے اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(ا) حضرت عمرؓ کا یہ حکم شرعی نہیں، بلکہ تعزیری تھا۔ اگر یہ حکم شرعی ہوتا تو آپؓ کو اسے

ابتدائے خلافت سے جاری فرمانا چاہیے تھا۔

(ب) آپؓ نے کسی شرعی حکم کو بدلا نہیں، بلکہ یہ حکم ایسے خطا کار لوگوں کے لیے نافذ کیا جو بیک وقت تین طلاقیں دیتے تھے۔ رجوع کے سلسلہ میں شریعت نے جو رعایت دے رکھی تھی وہ آپؓ نے ان سے سلب کر لی۔ گویا یہ قانون وقتی تھا، جو سزا کے طور پر نافذ کیا گیا تھا۔

اس کے بعد موجودہ دَور کے چند "بزرگانِ دین" کے تبصرے اور تحریریں بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

۴۔ سب سے پہلے تو جناب پیر کرم شاہ صاحب ازہری، مدیر ماہنامہ "ضیائے حرم"۔۔۔ رکن اسلامی نظریاتی کونسل اور رکن رؤیت ہلال کمیٹی کا نام ہی پیش کرنا مناسب ہے، جن کا اقتباس اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ اس میں آپ نے برملا اعتراف کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ سیاسی نوعیت کا تھا اور سزا کے طور پر تھا۔

۵۔ مولانا عبدالحلیم صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ قاسمیہ لاہور اور صدر علمائے احناف پاکستان فرماتے ہیں:

"حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاستاً ایک مجلس کی تین طلاق کو تین تسلیم کر لیا تھا۔ یہ آپؓ کی سیاست تھی، جس میں تبدیلی کا امکان ہے۔ چنانچہ اکثر جلیل القدر صحابہؓ نے اس معاملہ میں آپؓ سے اختلاف فرمایا ہے جو کتبِ احادیث میں مع دلائل موجود ہے۔" (ایک مجلس کی تین طلاق علمائے احناف کی نظر میں، ص ۱۵)

۶۔ نومبر ۱۹۷۲ء میں احمد آباد (گجرات۔ کاٹھیاواڑ) میں تطلیقِ ثلاثہ کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا، جس میں جناب مولانا شمس پیرزادہ امیر جماعتِ اسلامی نے ایک مقالہ پڑھا۔ اس مقالہ کے بعض مقامات کا جناب عامر عثمانی صاحب، مدیر ماہنامہ "تجلّی" دیوبند نے تعاقب کیا۔ ان کا درج ذیل سوال و جواب ملاحظہ ہو:

عامر صاحب فرماتے ہیں کہ: "حضرت عمرؓ حاکمِ وقت تھے نہ کہ قاضی۔ نیز یہ کہ ان کا فیصلہ کسی عدالت میں بطورِ نظیر بھی پیش نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ عدالت میں عدالتی نظائر کام آتے ہیں، حکام کے انتظامی یا سیاسی یا اصلاحی اقدامات کام نہیں آتے۔"

اس کے جواب میں جناب مولانا شمس پیرزادہ صاحب فرماتے ہیں :

”سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کے مذکورہ فیصلہ کی حیثیت عدالتی نہیں، بلکہ سیاسی اقدام کی تھی تو حضرت عمرؓ کے یکجائی تین طلاقوں کو نافذ کرنے کی جو علماء یہ توجیہ کرتے ہیں کہ اس کا نفاذ محض تعزیراً کیا گیا تھا، ان کی یہ توجیہ کیوں غلط قرار دی جائے؟ مزید یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کا فیصلہ عدالتی نہ ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں ہے، تو صحابہؓ کے فتوے ـــــ کہ ان کی حیثیت بھی عدالتی فیصلوں کی نہیں ہے ـــــ حجت کس طرح بن سکتے ہیں؟“

(مقالاتِ علمیہ ص ۲۱۶)

دیکھا آپ نے، عامر عثمانی صاحب بھی جو متعصب حنفی ہیں اور شمس پیرزادہ صاحب بھی۔ دونوں آپؓ کے اس فیصلہ کو ”شرعی“ کے بجائے ”سیاسی اور تعزیری یا انتظامی اور اصلاحی“ قرار دے رہے ہیں۔

۷۔ اسی سیمینار کے ایک اور مقالہ نگار جناب حفیظ الرحمٰن صاحب قاسمی فاضلِ دیوبند فرماتے ہیں :

”اگر تین طلاق سے مراد انت طلق ثلاثا ہے تو آخر دورِ نبوت اور دورِ صدیقی کے تعامل کو حضرت عمرؓ نے کس مصلحت سے بدلا؟ وہ کوئی شارع اور قانون ساز تو تھے نہیں، پھر قانون سازی بھی ایسے مسئلے میں کہ جس میں دورِ رسالت اور دورِ ابوبکرؓ کا تعامل موجود ہو۔ جب مسلم شریف کی روایت ابوالصہباء کے متعلق ہم کچھ عرض کرتے ہیں تو فوراً وہی اعتراض ہم سے کیا جاتا ہے . . . . . . اب آپ ہمیں واضح طور سے دوٹوک انداز میں یہ بتائیے ـــــ کہ حضرت عمرؓ کے لیے دورِ رسالت اور دورِ صدیقی کے تعامل کا بدلنا اس روایت سے بالکل واضح ہے ـــــ آخر حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں کیا؟“ (مقالاتِ علمیہ، ص ۲۰۱)

فیصلہ کی شرعی حیثیت کی تعیین میں اختلافات :

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو مشروع قرار دینے والے بالعموم وہی حضرات ہیں جو کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دیتے ہیں ـــــ اور اس حد تک تو یہ سب حضرات متفق ہیں ـــــ

مگر اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کی تعیین میں پھر بہت سے اختلافات رونما ہوئے، مثلاً :

۱۔ کچھ حضرات تو تطلیق ثلاثہ اور ان کے وقوع کو ایسے ہی سنت اور جائز سمجھتے ہیں، جیسے کہ متفرق طور پر طلاق دینے کو، جیسا کہ خود قاری عبدالحفیظ صاحب نے رسالہ "منہاج" مذکور کے ص ۳۰۴ پر تحریر فرمایا ہے۔

اس توجیہ پر درج ذیل اعتراض وارد ہوتے ہیں :

(ا) اگر بیک وقت تین طلاق دینا بھی سنّت اور جائز ہے، تو علمائے احناف اور اسی طرح دوسرے تمام فقہاء اسے بدعی طلاق کیوں قرار دیتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک چیز بیک وقت سنت بھی ہو اور بدعت بھی؟

(ب) بیک وقت تین طلاق دینے والے کو تمام علماء و فقہاء گناہِ کبیرہ کا مرتکب سمجھتے ہیں۔ تب سوال یہ ہے کہ کسی سنّت کے عامل یا کم از کم جائز کام کرنے والے کو گناہِ کبیرہ کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے؟

(ج) اگر ایک مجلس کی تین طلاق بھی سنّت اور جائز ہیں، تو حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کیا چیز نافذ فرمائی تھی۔ جو چیز پہلے ہی موجود اور نافذ ہو، اسے نافذ فرمانے کا مطلب؟

۲۔ دوسرا فریق اس مسئلہ کو سنت تو نہیں، البتہ حضرت عمرؓ کا درست اجتہاد تسلیم کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آیت "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" کا ظاہری مفہوم اگرچہ وقفوں سے طلاق دینا ہی ہے، تاہم یکبارگی تین طلاق دینے اور ان کے واقع ہونے کی بھی گنجائش موجود ہے۔ اس فریق کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر امت کا اجماع ہو گیا تھا، لہٰذا اب مزید اجتہاد و اختلاف کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

یہی وہ امور ہیں جن کا ہم آگے چل کر نہایت تفصیل سے جائزہ پیش کر رہے ہیں کہ ان حضرات کا یہ نظریہ اور یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے؟

۳۔ تیسرا گروہ آپؓ کے اس فیصلہ کو سیاسی، تعزیری اور وقتی سمجھتا ہے — جسے آج کی زبان میں آرڈیننس کہتے ہیں — یعنی حضرت عمرؓ نے حالات کے تقاضا کے تحت ایک سر اٹھانے والی برائی کی روک تھام کے لیے ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سہولت کو بطورِ تعزیر چھین لیا تھا، اور اکثر صحابہؓ نے اس سلسلہ میں آپؓ سے تعاون کے طور پر آپؓ کے اس فیصلہ کو قبول کر لیا — جیسا کہ ابنِ رشد قرطبی اپنی کتاب

"بدایۃ المجتہد" میں رقم طراز ہیں :

"وکان الجمہور غلبوا حکم التغلیظ فی الطّلاق سدًّا للذّریعۃ ولکن تبطل ذلک الرّخصۃ الشّریعۃ والرّفق المقصود فی قولہٖ تعالیٰ : لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا"

(بدایۃ المجتہد ج ۲، ص ۶۶، مطبوعہ مصر، بحوالہ مقالات ص ۱۹۸)

یعنی جمہور نے سدِّ ذریعہ کے طور پر تین طلاق کو مغلظہ مان لیا ہے۔ حالانکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت و شفقت اور رخصت ختم ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول " لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا " میں ہے۔

اس طبقہ کے کچھ وسیع النظر علماء اپنے سابقہ موقف میں زمانہ کے تقاضوں کے تحت لچک پیدا کرنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(جاری ہے)

قارئینِ کرام !

● جن حضرات کی خدمت میں وی پی پی روانہ کیے جا رہے ہیں، براۓ مہربانی انھیں وصول فرما کر شکریہ کا موقع دیں ــــ ادارہ نے باضابطہ طور پر انھیں مطلع کر کے وی پی پی روانہ کیے ہیں، لہٰذا تعاون علی الخیر کے علاوہ انھیں وصول کرنا قارئین کی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔

(ادارہ)